مورگیج لون کا حکم

(سود کی تمام اقسام کا حکم مع الدلائل خاص کر مورگیج لون کا حکم اور مجوزین کے دلائل کے مدلل جوابات)

تالیف

مفتی عبدالوہاب حسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد! بلاشبہ اللہ ﷻ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے **"وَحَرَّمَ الرِّبَا"**[1]۔

ہے، کیونکہ لغت میں ربا مطلق زیادتی ہو کہتے ہیں لہذا ہر زیادتی منع نہیں ہے مثلا ایک چیز دس روپے کی ہے اور خریدار اپنی مرضی سے بغیر کسی شرط کے وہ چیز پندرہ روپے کی خریدتا ہے حالانکہ یہ بھی زیادتی پائی جارہی ہے مگر یہ زیادتی حرام و ممنوع نہیں ہے بلکہ اس طرح کرنا اسلام میں پسندیدہ ہے، اس وجہ سے قرآن کریم میں الربا معرفہ (الف لام) کے ب ساتھ آیا ہے کہ ایک خاص قسم کی زیادتی حرام و ممنوع ہے نہ کہ ہر زیادتی حرام و ممنوع ہے، لہذا اس آیت میں ربا (سود) کی دونوں قسمیں ربا بالنسیئۃ اور ربا بالفضل دونوں حرام قرار دی ہے۔

ربا (سود) کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ربا بالنسیئۃ

(۲) ربا بالفضل

ربا بالنسیئۃ: معلوم مدت تک قرض دیا اس شرط کے ساتھ کہ اگر وقت مقررہ سے پہلے ادا نہیں کیا تو بعد میں اضافہ کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔

اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے۔

ربا بالفضل: جیسے ایک ہی جنس کی چیز مثلا آٹا کو آٹا کے بدلہ میں زیادتی کے ساتھ خریدا یا بیچا وہ اس طرح کہ ایک کلو آٹا کو ڈیڑھ کلو آٹا کے ساتھ خریدا یا بیچا۔

اس کا ثبوت احادیث سے ہے۔

اس طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ " **وكل ربا في الجاهلية موضوع تحت قدمي هاتين ، وأول ربا أضع ربا العباس** "[2]۔

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

[2] تفسیر ابنِ کثیر:

ترجمہ: زمانہ جاہلیت کا ہر سود میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں اور سب سے پہلا سود جس کو رکھتا ہوں وہ حضرت عباس ؓ کا سود ہے۔

بعض حضرات نے ربا (سود) کی ان دونوں قسموں کو بیوع اور قرض میں تقسیم کرکے چار قسمیں لکھی ہیں اور چاروں قسمیں حرام ہیں۔ کئی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سود کی حرمت اور اس کی وعید کے متعلق وارد ہوئی ہیں، چند ایک لکھتا ہوں۔

سود کی حرمت

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: **وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** (سورۃ البقرہ ۲۷۵) اللہ ﷻ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان ہے: **یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ** (سورۃ البقرہ ۲۷۶) اللہ ﷻ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کا دوسروں پر جو کچھ بھی سود کا بقایا تھا، اس کو بھی لینے سے منع فرمادیا گیا: **وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبَا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ** (سورۃ البقرہ ۲۷۸) یعنی سود کا بقایا بھی چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔

سود لینے اور دینے والوں کے لیے اللہ ﷻ اور اس کے رسول کا اعلانِ جنگ

سود کو قرآنِ کریم میں اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زناکاری کے لیے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کیے گئے جو سود کے لیے اللہ ﷻ نے استعمال کیے ہیں چنانچہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے: **یَا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ۔ فَاِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** (سورۃ البقرہ ۲۷۸ ۔ ۲۷۹) اے ایمان والو! اللہ ﷻ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ ﷻ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ! سود کھانے والوں کے لیے اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ، مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ مشہور صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سود کھانے والوں کے لیے قیامت کے دن کی رسوائی وذلّت

اللہ ﷻ نے سود کھانے والوں کے لیے کل قیامت کے دن جو رسوائی وذلت رکھی ہے اس کو اللہ ﷻ نے اپنے پاک کلام میں کچھ اس طرح فرمایا: **اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُونَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُونَ اِلَّا کَمَا یَقُومُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ** (سورۃ البقرہ ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنادیا ہو۔ سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لیے فرمانِ الٰہی ہے: **ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ قَالُوا اِنَّمَا**

الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (سورۃالبقرہ ۲۷۵) یہ ذلت آمیز عذاب اس لیے ہوگا کہ انھوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے؛ حالانکہ اللہ ﷻ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کھانے سے توبہ نہ کرنے والے لوگ جہنم میں جائیں گے

فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّہٖ فَانْتَہٰی فَلَہٗ مَاسَلَفَ، وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ، وَمَنْ عَادَ فَأُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ، ھُمْ فِیْھَا خَالِدُونَ (سورۃالبقرہ ۲۷۵) لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کی (باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ ﷻ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

غرضیکہ سورۂ بقرہ کی ان آیات میں اللہ ﷻ نے انسان کو ہلاک کرنے والے گناہ سے سخت الفاظ کے ساتھ بچنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ سود لینے اور دینے والے اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو وہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں، نیز فرمایا کہ سود لینے اور دینے والوں کو کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔۔۔ نبیِ اکرم ﷺ نے بھی سود سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور سود لینے اور دینے والوں کے لیے سخت وعیدیں سنائی ہیں جن میں سے بعض احادیث ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

سود کے متعلق نبیِ اکرم ﷺ کے ارشادات

حضور اکرم ﷺ نے حجۃالوداع کے موقع پر سود کی حرمت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: (آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا، اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود ہے۔ وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا ہے؛ چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سود کی حرمت سے قبل لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں اُن کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمہ ہے وہ ختم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، باب حجۃ النبی)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرما: (۱) شرک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، (۴) سود کھانا، (۵) یتیم کے مال کو ہڑپنا، (۶) (کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں) میدان سے بھاگنا، (۷) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

حضورِ اکرم ﷺ نے سود لینے اور دینے والے، سودی حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ سود لینے اور دینے والے پر حضورِ اکرم ﷺ کی لعنت کے الفاظ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں موجود ہیں۔ (مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے لیے لازم کر لیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ پہلا شراب کا عادی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال اڑانے والا، چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا (کتاب الکبائر للذہبی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کے ۷۰ سے زیادہ درجے ہیں اور ادنی درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔(رواہ حاکم، البیہقی، طبرانی، مالک)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر)۔

ہم تفصیل کی طرف جائے بغیر اس کی بات کی وضاحت کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ قارئین کرام اس بات کو بخوبی جان لیں کہ سود حرام ہے، اس کی کوئی بھی صورت جمہور علماءِ اسلام وفقہاء کرام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات نے دار الحرب یا دار الکفر میں سودی معاملہ کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے صرف پہلی بار اپنا ذاتی گھر بنانے کے لئے سودی قرضہ لینے کی اجازت دی ہے، ذیل میں انکے دلائل ذکر کرتا ہوں، اس کے بعد ان کے جواب لکھوں گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے کہ یورپ وامریکہ جیسے غیر مسلم ممالک میں نقد میں پراپرٹی خریدنا بلاشبہ بہت زیادہ مشکل کام ہے۔ سود کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور کوئی بھی مسلمان دوسرے مسلمان کو سود نہ تو دے سکتا ہے نہ ہی لے سکتا ہے لیکن کافر حربی اور مسلمان کے درمیان سود کے لین دین کا معاملہ مختلف ہے۔ ہدایہ میں ہے: "لَا رِبٰوا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِی"۔

ترجمہ: مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں ہوتا۔ (ہدایہ آخرین، صفحہ ۹۰) یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے کافر حربی سے اس عقد کے ذریعے نفع لینے کو جائز قرار دیا ہے جو سودی طریقے پر مشتمل ہو مثلاً کافر کو قرض دے کر زائد رقم لینا مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن سود کی نیت ہر گز نہیں کرے گا بلکہ جائز نفع سمجھ کر لے گا۔ واضح رہے کہ فقہاء کرام نے اس کا اُلٹ کرنے کی اجازت عام حالات میں نہیں دی یعنی یہ جائز نہیں کہ مسلمان کافر سے قرضہ لے اور اس پر اسے سودی طریقے پر نفع دے۔

البتہ غیر مسلم ممالک میں ذاتی گھر خریدنے کی دقت ودشواری کے پیشِ نظر مورگیج کی صورت میں قرضہ لے کر نفع دینا بوجہِ حاجتِ شدیدہ کے جائز ہے متعدد فقہائے عصر نے اس کی اجازت دی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ بریلی صفحہ ۳۳۔ نیز چونکہ یہ اجازت صرف حاجت شدیدہ کے پیشِ نظر ہے اس بِنا پر یہ جائز نہیں کہ کوئی ذاتی گھر کے علاوہ مورگیج پر اضافی گھر لے کر خرید و فروخت کا کاروبار شروع کردے۔

ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

(1) لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ اس حدیث کی بناء پر احناف میں سے حضرت امام ابو حنیفہ ؒ اور حضرت امام محمد ؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

(2)حالتِ اضطراری کی بناء پر پہلے گھر کی اجازت ہے اور آیت " **فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ** "بطورِ استدلال کے پیش کرتے ہیں۔

(3)دوسری آیت " **وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ**"پیش کرتے ہیں۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :"اور اس (اللہ تعالی) نے تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔

(4) قاعدہ"**الضرورات تبيح المحظورات**"یعنی ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کردیتی ہیں بطورِ استدلال پیش کرتے ہیں۔

یہ چار دلائل ہیں جس کی بنیاد پر وہ حضرات سود کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اب میں ان کے جواب لکھتا ہوں،اللہ ﷻ ہم سب کو سمجھنے کی صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

جواب لکھنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمارے سامنے جو دار الاسلام ،دار الکفر، دار الحرب اور دار المعاہدہ کی تعریف ہو تاکہ مسئلہ کو سمجھنا آسان ہو۔

(1) دار الاسلام: وہ ملک جہاں مسلمان بادشاہ ہو، شرعی حکومت ہو۔

(2) دار الکفر: وہ ملک جہاں کافر بادشاہ کی حکومت ہو۔

(3) دار الحرب: وہ ملک جہاں مسلم بادشاہ نہ ہو اور نہ ہی اسلامی احکام نافذ ہوتے ہو اور نہ ہی مسلمانوں اور کفار کے درمیان کوئی امن کا معاہدہ ہو۔

(4) دار المعاہدہ: وہ ملک جہاں مسلم بادشاہ نہ ہو اور نہ ہی اسلامی احکام نافذ ہوتے ہو مگر وہاں مسلمانوں اور کفار کے درمیان امن کا معاہدہ ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ دار الحرب بارے میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، لہذا اگر کوئی مسلمان کسی ایسے ملک میں ہو جہاں اسلامی شعائر کا اظہار پُر امن طریقہ سے زندگی گذار سکے وہ دار الاسلام یا کم از کم دار المسلمین ہے و گرنہ دار الحرب ہے۔

اصل بات امن کی ہے اگر امن قائم ہے وہ دار الکفر نہیں ہوتا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ " **قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ :إِنَّهَا لَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ إِلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ، أَحَدُهَا :ظُهُورُ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيهَا وَالثَّانِي: أَنْ تَكُونَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْكُفْرِ وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يَبْقَى فِيهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ، وَهُوَ أَمَانُ الْمُسْلِمِينَ**"[1]۔

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دار الاسلام اس وقت دار الکفر ہوتا ہے جب اس میں تین شرائط پائی جائے۔

---

[11] بدائع الصنائع: ۷/۱۳۰

(1)اس میں احکامِ کفر کا ظہور ہو جائے۔

(2)وہ کفار کے سرحد کے قریب ہو۔

(3)اس میں کوئی بھی مسلمان یا ذمی پہلے جیسے مسلمانوں نے امن دیا تھا اس طرح امن سے باقی نہیں ہو (امن کے ساتھ نہیں رہ سکتا ہو)۔

جب یہ تین شرائط ہو تو پھر دار الکفر یا دار الحرب کہلائے گا و گرنہ نہیں۔

ان تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب خود فیصلہ کریں کہ کون سا ملک دار الحرب یا نہیں اور وہ کون سا ملک جہاں یہ صورت پائی جاتی ہو؟

اب جواب کی طرف آتا ہو پہلی دلیل کے کئی جواب ہیں ان میں سے پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے جو اجازت دار الحرب میں سود کے بارے میں دی ہے وہ تین شرائط کے ساتھ ہے۔

1۔لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ مسلمان اور حربی کے درمیان ہو یعنی مسلمانوں کے درمیان میں یہ معاملہ نہ ہو۔

2۔یہ معاملہ دار الحرب میں ہو رہا ہو۔

3۔یہ ہے کہ یہ زیادتی لینے والا مسلمان ہو نہ کر حربی زیادتی لینے والا ہو عبارت ملاحظہ فرمائیں "**فَالظَّاهِرُ أَنَّ الْإِبَاحَةَ بِقَيْدِ نَيْلِ الْمُسْلِمِ الزِّيَادَةَ، وَقَدْ أُلْزِمَ الْأَصْحَاب فِي الدَّرْسِ أَنَّ مُرَادَهُمْ مِنْ حِلِّ الرِّبَا وَالْقِمَارِ مَا إذَا حَصَلَتْ الزِّيَادَةُ لِلْمُسْلِمِ نَظَرًا إلَى الْعِلَّةِ**"[1]۔

ترجمہ: ظاہر ہے کہ یہ(لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ)والی بات اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ زیادتی مسلمان لے رہا ہو(نہ کہ کافر حربی)ان مراد ربا(سود)اور قمار(جوئے)کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ جب زیادتی مسلمان کے پاس آرہی ہو علت پر نظر کرتے ہوئے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ اگر کسی ملک کو دار الحرب قرار دے کر پہلے گھر کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت دی ہے تو کیا وہاں یہ تیسری شرط پائی جا رہی ہے کیا کہ سود لینے والا مسلمان ہو؟ ظاہری سی بات ہے کہ معاملہ اس سے برعکس ہے تو پھر "لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ" کس طرح جائز ہو گیا بلکہ یہ معاملہ ناجائز و حرام ہے جب تک یہ تین شرائط نہ پائی جائے تو معاملہ جائز ہی نہیں ہو سکتا، اس بات کا بخوبی سمجھنی چاہیئے تاکہ ہم حرام کام سے بچ جائیں۔

---

[1] البحر الرائق: ۱۴۷/۶

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں" لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ"لفظ" لَا "نہی کے لئے ہے معنی یہ ہے کہ دارالحرب میں مسلم اور حرب کے درمیان سودی معاملہ نہیں ہوناچاہئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَۙ-وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّؕ "[1]۔

ترجمہ: سوحج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو اور نہ کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو۔

توحدیث شریف لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ کا مطلب یہ ہوا کہ دارالحرب میں بھی سودی معاملہ نہ ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے مقابلہ میں کئی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ ہیں جو کہ سود کے حرام ہونے کو بیان فرمارہی ہے توہم قاعدہ"إِذَا تَعَارَضَ دَلِيلَانِ أَحَدُهُمَا يَقْتَضِي التَّحْرِيمَ، وَالْآخَرُ الْإِبَاحَةَ قُدِّمَ التَّحْرِيمُ "[2]۔

ترجمہ: جب دو دلیلوں کا تعارض ہو اور ایک حرام کی مقتضی ہو اور دوسری دلیل اباحت (حلال) کی مقتضی ہو تو حرام والی دلیل کو مقدم کیا جائے گا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر غور سے اس دلیل کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اجازت حضرت امام اعظم صاحب رحمہ اللہ اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے جو دی ہے وہ صرف دو معاملہ میں ہے، پہلی بیوع (خرید و فروخت) اور دوسرا قمار (جوا) میں جبکہ یہاں پر بات قرض کی ہورہی ہے اور قرض کے متعلق ایک روایت ہے کہ "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**"یعنی وہ قرض جس میں نفع (مقید) ہو تو وہ سود ہے چنانچہ موسوعۃ احسن الکلام في الفتاوی والاحکام میں ہے کہ "**قال جمهور العلماء: يجوز رد القرض بما هو أفضل منه إذا لم يكن ذلك مشروطًا في العقد**"[3]۔

ترجمہ: جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ قرض زیادتی کے ساتھ واپس کرنا جائز اور افضل ہے مگر اس صورت میں جبکہ زیادتی کی شرط نہ ہو۔

جبکہ مذکورہ بالا صورت میں قرض پر زیادتی مشروط ہوتی ہے جو کہ ناجائز ہے، لہذا اگرچہ اس روایت پر کلام کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا ہے مگر تمام علماء نے متفقہ طور پر اس کے معنی کو قبول کیا ہے، چنانچہ یہ حدیث شریف قرض کے متعلق واضح ہے اور حدیث شریف "لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ" کے تحت جو مسئلہ بیان کیا گیا وہ حضرت امام اعظم صاحب

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۱۹۷

[2] الاشباہ والنظائر: ۹۳

[3] موسوعۃ احسن الکلام في الفتاوی والاحکام: ۶۵/۵

ؒ اور حضرت امام محمد ؒ نے بیوع اور قمار کے متعلق اجازت دی ہے نہ کہ قرض کے متعلق، لہذا دونوں مسئلوں کے درمیان فرق واضح ہے فافہم۔

لہذا ہم اس قاعدہ کی بنیاد پر سود کے حرمت کا فتوی دیں گے۔
(2) اب ہم دوسری دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ " فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ " یہ آیت تقریباً تمام مفسرین کرام کے نزدیک خون، مردار کا گوشت، خنزیر جو کہ حرام قطعی ہے مگر ایسی صورت آجائے کہ جان بچانے کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو ان محرم اشیاء سے صرف اتنا کھانا کہ جس سے جان بچ جائے کی اجازت ہے، مور گیج لون نہ لینے کی صورت میں کون سی جان جانے کا گُمان ہے اور یہ اجازت اشیاءِ ماکولہ کے متعلق ہے لہذا یہ دلیل دینا اور اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جو کہ ناقابل قبول ہے۔
(3) تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ " وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ " سے یہ مراد لینا کہ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے یہ ہوائے نفسانی کی پیروی کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس آیت کریمہ کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے جس چیز کی اسلام میں اجازت نہیں ہے اور وہ قطعی طور پر حرام ہے ہو ہمیں اس بات کا بالکل بھی اختیار نہیں کہ ہم اللہ ﷻ کے حرام کردہ کو حلال کریں یہ بات بہت ہی خطرناک ہے، اللہ ﷻ ہم سب کو ہوائے نفسانی کی اتباع کرنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)
(۴) چوتھی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ " **الضرورات تبیح المحظورات** " کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بیان کیا گیا ہے اگر ہم ضرورت کی تعریف معلوم ہو جائے تو بآسانی ہمیں اس قاعدہ کا مطلب سمجھ آجائے گا علامہ وہبہ زحیلی نے ضرورت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے " **الضرورة هى أن تطرأ على الإنسان حالة من الخطر أو المشقة الشديدة بحيث يخاف حدوث ضرر أو أذى بالنفس أو بالعضو أو بالعرض أو بالعقل أو بالمال وتوابعها، ويتعين حينئذ ارتكاب الحرام أو ترك الواجب أو تأخيره عن وقته دفعا للضرر عنه في غالب ظنه ضمن قيود الشرع** "[1]۔
ترجمہ: ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص خطرہ یا انتہائی مشکلات کا شکار ہو جائے تاکہ اسے اپنے آپ، اعضاء، عزت، دماغ، پیسے اور ان کے لوازمات کو نقصان پہنچنے یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس صورت میں ضروری ہے کہ حرام کا ارتکاب کیا جائے یا واجب کو چھوڑ دیا جائے یا اس کے وقت سے زیادہ تاخیر کی جائے تاکہ اس سے نقصان کو بچایا جاسکے جیسا کہ وہ اسے شریعت

---
[1] نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ: ۶۷-۶۸

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مورگیج لون میں کون سی صورت پائی جاتی ہے کہ ہم اس قاعدہ کی رو سے اس سودی معاملہ کو جائز کہیں؟ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بھی صورت نہیں ہے جو اس قاعدہ کی رو سے ضرورت کی تعریف میں داخل ہو کر اس سودی معاملہ کے جائز ہونے کا سبب بنے، لہذا یہ سودی معاملہ حرام و ناجائز ہے۔

الحمدللہ! ہم نے تمام سوالوں کے جوابات مع الدلائل لکھ دیئے ہیں، ایک اہم بات لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ فقہاءِ اصولین کے نزدیک ایک اہم اصول ہے اور وہ سد ذرائع ہے کہ بہت ساری احکام کو صرف سد ذرائع کی بناء پر ممنوع قرار دیتے ہیں لہذا اگر ہم نے بالفرض پہلے گھر کے لئے سودی قرضہ لینے کی اجازت دی تو پھر لوگ آگے بھی سودی قرضہ لینے کو جائز سمجھیں گے، لہذا ہم کسی بھی صورت میں سودی قرضہ چاہے وہ مورگیج لون کی صورت میں ہو کہ پہلی جائیداد کے بنانے کے سودی قرضہ لینے کی اجازت ہو یا کوئی دوسری صورت ہو یہ سارے معاملات سودی ہے اور قرآن و حدیث، اجماع اور قیاس کی رو سے حرام و ممنوع ہے لہذا اس معاملہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔

آخر میں گذارش ہے کہ ہمیں بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے اور جو احکام حرام ہے یا جن میں حرام کا شبہ ہو اس سے بھی بچنا چاہئے تاکہ ہم اپنی آخرت کو سنوار کر کامیابی حاصل کرنے والے بن جائیں۔

اللہ ﷻ ہم سب کو سود اور دیگر محرمات اور مشتبہات سے بچائے۔ (آمین)

مفتی عبدالوہاب حسن

۱۳/صفرالمظفر/۱۴۴۳ھ بمطابق ۲۳/ستمبر/۲۰۲۱ء